جماعت اہلحدیث کا ترجمان اور مسلک اہلحدیث کا داعی
ہفت روزہ
الاعتصام
لاہور
فون ۵۴۴۰۶
جلد ۳۶ شمارہ ۱۶ مورخہ
۲۱ صفر ۱۴۰۵ھ
۱۶ نومبر ۱۹۸۴ء
جمعۃ المبارک
مندرجات
نظم
اداریہ
مسئلہ دیت
آخری چہار شنبہ کی تاریخی حقیقت
درس منتخبات قرآن
درس حدیث (بہترین حکومت)
تبصرہ کتب
اطلاعات و اعلانات
مدیر مسئول
محمد عطاء اللہ حنیف
مجلس ادارت
حافظ صلاح الدین یوسف
علیم ناصری ایم اے
معاون
بدل اشتراک
سالانہ ۵۰ روپے
فی پرچہ ۱ ۱/۲ روپیہ
ممالک غیر سے ۲۰ پونڈ

عبدالرحمٰن عاجزؔ

طاعت کی زینت ہے تقویٰ، تقویٰ حسنِ علم و یقیں

جاگ مسافر، جاگ مسافر سونا اتنا ٹھیک نہیں
جاگ، سنبھل، اُٹھ نیند کی حالت میں ہی اجل آجائے کہیں

اُلفت کا پھل طاعت ہے اور طاعت کا پھل خلدِ بریں
طاعت کی زینت ہے تقویٰ، تقویٰ حُسنِ علم و یقیں

ظالم ہو اور بچ نکلے وہ نہیں نہیں یہ بات نہیں
مظلوموں کی آہوں سے تھرّا اُٹھتا ہے عرشِ بریں

مشرق سے مغرب تک دنیا رہی ہے جن کے زیرِ نگیں
اک بیکس مجبور کی صورت دفن ہوئے وہ زیرِ زمیں

صنعت اُس کی قدرت اُس کی ہر جا پر ہے جلوہ فشاں
لیکن خود وہ ذاتِ مقدس چشمِ بشر سے پردہ نشیں

زاہد روتا ہے آنکھوں سے عارف روتا ہے دل سے
دونوں میں ہے فرق اتنا یہ فرشِ زمیں وہ عرشِ بریں

رُوح کی ہو وہ یا کہ بدن کی خُفیہ ہو یا ظاھر ہو
نسخۂ پُرتاثیر ہے ہر بیماری کا قرآنِ مُبیں

نوعِ بشر میں یکساں ہیں سب علم و عمل میں جُدا جُدا
ایک بشر ہے خارِ مغیلاں ایک بشر گلنارِ حسیں

جل جاتی ہے خواہشِ نفس اور ٹل جاتی ہے غفلتِ دل
خوفِ الٰہی ہو جاتا ہے جس دم دل میں گوشہ نشیں

اے عاجزؔ ہے عظمتِ دیں کا وعظ سدا لب پر تیرے
دیں کے خلاف عمل ہے کیوں گر دل میں ترے ہے عظمتِ دیں

فون مولانا محمد عطاء اللہ حنیف (گھر)
۶۲۴۷۶
۱۶ نومبر ۱۹۸۴ء
۲۱ صفر ۱۴۰۵ھ

ہفت روزہ
الاعتصام لاہور
فون دفتر الاعتصام
۵۴۴۰۶
جلد — ۳۶
شمارہ — ۱۶

آنجہانی وزیر اعظم اندرا گاندھی کا قتل اور اس کے عبرتناک نتائج

نیشنل ازم اور سیکولر ازم محض طفل تسلیوں کے نعرے ہیں

۳۱ / اکتوبر کو بھارت کی آنجہانی وزیر اعظم اندرا گاندھی اپنے سکھ محافظوں کی گولیوں کا نشانہ بن گئی ۔ اندرا گاندھی اپنے والد پنڈت جواہر لال نہرو کے بعد ہندوستان کی ہر دلعزیز اور عظیم لیڈر تصوّر کی جاتی تھی اور اپنے خاندانی عزّ و وقار کی آخری نشانی سمجھی جاتی تھی ۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس نے ایک عورت ہونے کے باوجود اپنی سیاسی بصیرت کا سکّہ نہ صرف اندرونِ ملک بٹھا رکھا تھا بلکہ اقوام عالم میں بھی وہ ایک بلند قامت شخصیت کی حیثیت سے نمایاں مقام حاصل کر گئی تھی بین الاقوامی سطح پر روسی پالیسیوں کی سب سے بڑی مؤید ہونے کے باعث اسے غیر جانبدار ممالک کی تنظیم کی صدارت کا بھی اعزاز حاصل تھا .
مگر افسوس ہے کہ اندرونِ ملک اس کی اپنی جابرانہ اور ڈکٹیٹرانہ پالیسیوں نے بیشتر صوبوں کو ناراض کر رکھا تھا ۔ کشمیر ، آندھرا پردیش ، تامل ناڈو ، آسام اور پنجاب کے حالیہ واقعات اس کا واضح ثبوت ہیں ۔ پنجاب کے سکھوں کے مطالبات کو اس نے ایک عرصے سے نہ صرف پسِ پُشت ڈال رکھا تھا بلکہ ان کو بزور دبائے رکھنے کا طریقہ اختیار کئے رکھا تھا ۔ اس کے ردّ عمل کے طور پر سکھوں نے واضح الفاظ میں "خالصتان" کا نعرہ بلند کرنا شروع کر دیا تھا اور آخر کار چند ماہ پیشتر امرتسر کے سب سے بڑے اور مرکزی گوردوارے "دربار صاحب" میں سکھوں نے باقاعدہ مورچہ بندی شروع کر دی تھی اور ہندوؤں اور سکھوں کے فرقہ وارانہ فسادات کا آغاز ہو گیا تھا ۔ اس سلسلے میں اندرا گاندھی کسی افہام و تفہیم کو خاطر میں نہ لائی اور دربار صاحب پر فوج کشی کر کے نہ صرف سکھوں کے سربرآوردہ لیڈروں کو تہ تیغ کیا بلکہ ان کے اس مقدس گوردوارے (ہرمندر) کو توپوں اور ٹینکوں سے خاصا نقصان پہنچایا ۔ اس پر سکھ کمیونٹی کا اندرونِ ملک اور بیرونِ ملک زبردست احتجاج جاری ہو گیا اور انہوں نے واضح طور پر اس کے انتقام کا اعلان کر دیا ۔ اسی انتقامی جذبے نے ۳۱ / اکتوبر کو اس زعیمہ کو گولیوں سے چھلنی کر دیا . اور ہم سمجھتے ہیں کہ یہ اس "بزعم خویش دیوی" کے لئے مکافات عمل ہے جس کا اظہار بین الاقوامی پریس میں بھی کیا گیا ہے ۔

دوسری طرف اس قتل کے نتیجے میں مشتعل ہندو اکثریت نے سکھوں کا بے دریغ قتل عام شروع کر رکھا ہے دہلی اور اس کے گرد و نواح میں سکھوں کی بستیاں جلا کر راکھ کر دی گئی ہیں اور ہزاروں مردوں ، عورتوں اور بچوں کو گولیوں ، چھریوں خنجروں اور سنگینوں سے موت کے گھاٹ اتار دیا گیا ہے ۔ بمبئی ، کلکتہ اور دیگر بڑے بڑے شہروں میں سکھوں کو چن چن کر قتل کیا جا رہا ہے ۔ ہندوستان میں سکھوں کا یہ قتل عام بھی اسی نوعیت کا ہے جو تقسیم ملک کے وقت (۱۹۴۷ء میں)

مسلمانوں پر ظلم وستم کیا گیا تھا ۔ اس وقت کے سکھ لیڈروں نے جس غلط راہ پر سکھ قوم کو ڈال دیا تھا ۔ موجودہ سکھ قیادت اس کو بُری طرح محسوس کر رہی ہے اور اُس قیادت کو کوس رہی ہے ۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

بھارت کے ارباب اختیار نے آزادی کے ساتھ جو متحدہ قومیت کا نعرہ بلند کیا تھا اور نیشنلزم کی مُبت گری کے ذریعے وہاں سیکولرزم کی حکومت قائم کی تھی ۔ وہ عملی طور پر ایک فریب نظر تھا جس نے بھارت کی مختلف اقوام کو ایک پلیٹ فارم پر محض سنگینوں کے بل بوتے پر جمع کر رکھا تھا ۔ وہاں کی ہندو اکثریت نے کبھی متحدہ قومیت کو تسلیم نہیں کیا اور تقسیم ہند کے سینتیس ۳۷ سالوں میں بے شمار ہندو مسلم فسادات ہو چکے ہیں اور ہوتے رہتے ہیں ۔ تامل ناڈو اور ہندو تحریکیں بھی اُبھرتی رہتی ہیں اور اب ہندو سکھ فسادات کا بھی آغاز ہو چکا ہے ۔ ان حالات سے واضح ہے کہ سیکولرازم کے سراب سے مختلف اور متضاد تہذیب و معاشرت رکھنے والی اقوام کے سامنے بند نہیں باندھا جا سکتا ۔ ان پر اس مصنوعی بازی گری کا جادو ہمیشہ نہیں چل سکتا ۔ یہی وجہ ہے کہ یہ جھوٹا نقاب تیزی سے اُتر رہا ہے ۔

ہماری ان معروضات کا مقصد یہ ہے کہ اقوام میں یک جہتی اور ہم آہنگی جغرافیائی وحدتوں سے نہیں عقائد و نظریات اور تہذیب ثقافت کی یکسانیت سے ہی پیدا ہوتی ہے ۔ اس وقت اقوام عالم کی بڑی بڑی مملکتیں اسی بنیاد پر قائم ہیں ۔ اور ہندوستان کی ہندو اکثریت بھی تمام چھوٹی اقوام خصوصاً مسلمانوں کو بار بار چیلنج دے رہی ہے کہ انہیں یا تو ہندو بن کر یہاں رہنا ہوگا یا یہ ملک چھوڑنا ہوگا ۔ اسی بناء پر وہاں مسلمانوں کا قتل عام وقتاً فوقتاً جاری رہتا ہے ۔ تقسیم ملک کے زمانے میں ہندو سکھوں کو اپنے ہی مذہب کا ایک حصہ اور اپنا بازوئے شمشیر زن کہتے تھے ۔ اب ایک الگ قوم کی حیثیت سے اس کا صفایا کرنا ضروری سمجھتے ہیں ۔

ہندوستان کے مستقبل کے متعلق کچھ کہنا قبل از وقت ہے مگر اس کی دھندلی سی تصویر جو اس کے نقشے پر ابھرتی دکھائی دیتی ہے وہ کسی متحدہ قومیت کی نہیں مختلف سلطنتوں کے ڈھانچوں کا ایک پرتو ہے جو مختلف پیکروں میں ڈھلتا دکھائی دیتا ہے ۔ بھارت کا مقتدر طبقہ جو اکھنڈ بھارت بلکہ "مہا بھارت" کا خواب دیکھ رہا تھا ۔ اپنی خوش فہمیوں کو زیادہ دیر قائم نہیں رکھ سکے گا ؎

حذر اے چیرہ دستاں سخت ہیں فطرت کی تعزیریں

اس تمام شکست و ریخت کو دیکھتے ہوئے ہمیں بھی اپنا دیدۂ عبرت وا کرنا چاہیئے اور یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ قوم میں اتحاد و یگانگت کے لئے ایک نظریہ کا نفاذ کتنا ضروری ہے ۔ پاکستان بلاشبہ خالص اسلام کے نعرے کے تحت وجود میں آیا تھا ۔ مگر یہاں بھی عملی طور پر اس کو سیکولر قسم کے اسلام کی صورت میں ڈھال دیا گیا ہے ۔ اس وقت یہاں کتنے نظریات پرورش پا چکے ہیں ۔ یہ کسی سے ڈھکی چھُپی بات نہیں ۔ مختلف فقہی مکاتب ہیں ۔ قرآنی ربوبیت ہے ۔ سوشلزم کا پرستار طبقہ ہے ۔ صوبائی عصبیت کو بھی ہوا دی جا رہی ہے اور ان سب پر مستزاد یہ کہ خود اسلام کو تجدد کی طرف کھینچا جا رہا ہے ۔ یہ صورتِ حال یقیناً تشویشناک ہے جس سے تکلیف دہ نتائج پیدا ہو سکتے ہیں ۔ اعاذنا اللہ منہ ۔ جب تک ہم خالص اسلام کی آغوش میں پناہ نہیں ڈھونڈیں گے ۔ ہم پاکستان کے اصل مقاصد حاصل نہیں کر پائیں گے ۔

یاد رہے کہ اسلام صرف اور صرف کتاب و سنت کا نام ہے ۔ اجتہاد و تجدید بھی اگر ضروری ہو تو انہی بنیادوں پر ممکن ہے ورنہ اپنی عقل و فہم اور جدید تہذیب و تمدن سے متاثر ہو کر جو کچھ کیا جائے گا وہ اور تو سب کچھ ہو سکتا ہے مگر اسلام نہیں ہو سکتا ۔ پاکستان میں ملتِ متحدہ کا تصور کتاب و سنت ہی سے وابستہ ہے اور یہی ایک مملکتِ اسلامیہ کی بنیاد ہے ۔ جو اتحاد و یگانگت کی ضامن بھی ہے اور ملکی اور ملی استحکام (STABILITY) کی آئینہ دار بھی ۔ یہی وہ واحد لنگر ہے جو کشتیٔ ملت کو طوفانِ حوادث میں تھام سکتا ہے ۔ اور یہی وہ اسلامی پتھر ہے جو دین و ملت کی عمارت کو استوار رکھ سکتا ہے ۔ آئیے ہم اپنے ہمسائے ملک کی صورتِ حال سے عبرت پکڑیں ۔ اور

اپنے بنیادی عقیدے کو مضبوطی سے تھام کر ایک مضبوط ملت اور ایک قوی تر مملکت کی حیثیت اختیار کریں۔ اللہ تعالے ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے کہ ہم نہ صرف اپنا مستقبل بہتر بنائیں بلکہ اپنے ہندوستانی مسلمان بھائیوں کے کام آنے کے بھی اہل ہو سکیں جن کو ہم نے اب تک نظرانداز کر رکھا ہے۔

الشیخ حافظ فتحی (مکہ مکرمہ) رحمۃ اللہ علیہ

گزشتہ شمارے میں حافظ فتح محمد فتحی صاحب کے انتقال کی خبر الاعتصام میں شائع کی گئی تھی جس پر جماعتی حلقوں میں گہرا رنج و غم محسوس کیا گیا۔ حافظ صاحب موصوف ایک عرصے سے حرم مکی میں مقیم تھے۔ اور ان کی قیام گاہ (باب بلال) مہمانوں سے ہمیشہ پُر رونق رہتی خصوصاً ایام حج میں سلفی حضرات ان کی صحبت سے مستفید ہوئے بغیر نہ لوٹتے۔ حافظ صاحب گو بصارت سے محروم تھے مگر اللہ تعالے نے انہیں بے پناہ بصیرت سے بہرہ یاب کر رکھا تھا۔ دینی کتابوں کا بے بہا ذخیرہ اپنے پاس جمع رکھتے اور اہل علم و عرفان کو بھی اکثر کتابیں ہدیۃً دیتے رہتے۔ توحید و سنت کے سلسلے میں طبع غیور اور شرک و بدعت کے باب میں قلب نفور کے حامل تھے۔

ہمارے حضرت مولانا محمد عطاء اللہ حنیف حفظہ اللہ سے قلبی انس و عقیدت کا یہ عالم تھا کہ گذشتہ سال جب پاکستان تشریف لائے تو یہیں دارالدعوۃ کے مہمان خانے میں مقیم رہے اور مولانا کی صحبت سے مستفیض ہونے کی سعادت حاصل کرتے رہے۔ مولانا جب چند سال پیشتر حج بیت اللہ پر تشریف لے گئے تو حافظ صاحب نے ان کی خدمت میں اعلیٰ پائے کی کتابوں کا ہدیہ پیش کیا تھا جو اس وقت سلفیہ لائبریری کی زینت ہے۔

ضلع جہلم (پنجاب) کے اس مرد درویش نے اللہ تعالیٰ سے جو عہد باندھا تھا کہ ع جیوں تو تیرے لئے اور مروں تو تیرے لئے اس کو دم واپسیں تک نبھایا اور آخرکار اسی خاکِ پاک میں مدفون ہوئے جس کو انہوں نے اپنا ملجا و ماویٰ بنا رکھا تھا

اللھم اغفرلہ وارحمہ انک انت الغفور الرحیم۔!!

تحقیق و تنقید

مولانا ابو السلام محمد صدیق سرگودھا

مسئلۂ دِیت پر مُنعقدہ مجلس مذاکرہ کی تقاریر پر سرسری تبصرہ

عورت کی دِیت کے موضوع پر ادارہ "منہاج القرآن" نے ایک مجلس مذاکرہ کا انعقاد کیا تھا جس میں متعدد علماء نے شریک ہو کر اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ ذیل میں ان تقاریر پر مختصر تبصرہ پیشِ خدمت ہے۔

سیّد محمد متین ہاشمی ان کی تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ مغرب زدہ خواتین کا مطالبہ یہ ہے کہ عورت کی شہادت اور دِیت مرد کے برابر ہونی چاہیئے۔ پہلے میری بھی یہی رائے تھی کہ عورت کی دِیت مرد کے برابر ہونی چاہیئے۔ لیکن طویل مطالعہ کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ کتاب و سُنّت اور ائمۂ فقہ کے اقوال کی روشنی میں عورت کی دِیت نصف ہے البتہ عدالت اپنے طور پر یہ فیصلہ کر سکتی ہے کہ عورت کی دیت مرد کی دیت کے برابر ادا کی جائے اس میں سے نصف تو دِیت شرعی ہو گی لیکن باقی نصف جرمانہ کے طور پر وصول کی جائے گی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی احادیث کے علاوہ حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ، امام احمد بن حنبلؒ، امام شافعیؒ، شیخ احمد سرہندی و دیگر سلف عورت کی نصف دِیت کے قائل تھے۔ انہوں نے کہا کہ نصف دِیت کا حصول خواتین کی حق تلفی نہیں ہے کیونکہ یہ خواتین کے مفاد میں ہے کیونکہ مقتول مرد کی دیت اس کی بیوہ کو ملے گی جب کہ مقتول عورت کی دِیت اس کے خاوند کو ملے گی جو کمانے کی اہلیت رکھتا ہے۔ (روزنامہ جنگ ١٦ / اکتوبر)

تبصرہ ہاشمی صاحب نے اپنے بیان میں اپنے سابقہ موقف کے غلط ہونے کا اعتراف کیا ہے اس سے ہٹ کر انہوں نے کہا ہے کہ اب میری تحقیق یہ ہے کہ عورت کی دِیت مرد کی دِیت سے نصف ہے اور کہا ہے کہ احادیث کے مطالعہ اور بعض صحابہؓ کے اقوال سے مجھے یہ علم حاصل ہوا ہے، بغیر حوالہ احادیث اور صحابہؓ کے اقوال کا ذکر کیا ہے۔ حضرت معاذ بن جبل کی حدیث ہے جس میں ہے کہ عورت کی دیت مرد کی دیت سے نصف ہے مگر یہ حدیث محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔ البتہ اس بارے میں جو صحیح حدیث ہے اس کا ذکر آگے آتا ہے۔ رہا عدالت کا مسئلہ کہ وہ پوری دِیت وصول کرنے کی مجاز ہے۔ آدھی شرعی اور آدھی بصورتِ جرمانہ، تو یہ صحیح نہیں۔ اس کو ملک کا قانون بنانا دین میں مداخلت ہے [1]۔

صحیح حدیث دِیت کے بارے میں نسائی کی حدیث جو عمرو بن شعیب سے مروی ہے وہ صحیح ہے اس حدیث کو ابن خزیمہ نے صحیح کہا ہے۔ الفاظِ حدیث حسب ذیل ہیں۔

عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَقْلُ الْمَرْأَۃِ

---

[1] غالباً مولانا محترم ہاشمی صاحب کی بات پر غور نہیں فرما سکے۔ ان کا مقصد یہ نہیں کہ اسے مستقل ملک کا قانون بنا دیا جائے بلکہ یہ ہے کہ بعض حالات میں قاضی کو یہ حق حاصل ہونا چاہیئے کہ وہ کیس کی مخصوص نوعیت کے پیشِ نظر مزید نصف دِیت بطور جرمانہ وصول کرنے کا فیصلہ کر دے۔ یہ دین میں مداخلت نہیں، شرعاً اس کی گنجائش معلوم ہوتی ہے (ص۔ ی)

مِثْلُ عَقْلِ الرَّجُلِ حَتّٰى يَبْلُغَ الثُّلُثَ مِنْ دِيَتِهَا۔

بروایت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تہائی دیت تک عورت کی دیت مرد کی دیت کے مثل ہے اور اس سے زائد میں آخر تک عورت کی دیت مرد کی دیت سے نصف ہے۔

سعید بن مسیب

مشہور تابعین میں ان کا شمار ہے۔ ان کے نزدیک اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ تہائی تک عورت کی دیت مرد کی دیت کے برابر ہے۔ جب تہائی سے دیت بڑھ جائے گی تو تمام دیت میں عورت کی نصف دیت ہے۔ چنانچہ جب ربیعہ نے سعید بن مسیب رح سے پوچھا کہ عورت کی ایک انگلی کی دیت کس قدر ہے؟ جواب دیا کہ دس اونٹ ہیں، پھر دو انگلیوں کے بارے میں پوچھا تو فرمایا بیس اونٹ۔ تین انگلیوں کے متعلق سوال کیا تو فرمایا تیس اونٹ چار انگلیوں کے بارے میں پوچھا تو فرمایا کہ بیس اونٹ ہیں، ربیعہ نے کہا۔ لَمَّا عَظُمَتْ مُصِيبَتُهَا قَلَّ عَقْلُهَا۔ یعنی جب مصیبت میں اضافہ ہو گیا تو دیت کم ہو گئی؟ اس کی وجہ کیا ہے؟ جواب دیا هٰكَذَا السُّنَّةُ اے بھتیجے سُنّت اسی طرح ہے۔ سعید بن مسیب نے عمرو بن شعیب کی حدیث کا یہ مفہوم بیان کیا ہے۔

امام شوکانی نے اس حدیث کا جو معنی اور مفہوم بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ تہائی تک عورت کی دیت مرد کی دیت کے برابر ہے۔ اور اس سے زائد میں عورت کی دیت مرد کی دیت سے نصف ہے۔ اگر عورت کی چار انگلیاں کٹ جائیں تو صرف چوتھی انگلی کی دیت پانچ اونٹ ہو گی تین انگلیوں کی دیت میں عورت مرد کی دیت کے برابر ہو گی۔

سعید بن مسیب نے اپنے بیان کردہ مفہوم کو سُنّت شمار کیا ہے۔ امام شوکانی نے کہا ہے کہ سُنّت سے مراد اہل مدینہ کی سُنّت ہے جیسا کہ امام شافعی رح نے اس کی وضاحت کی ہے تو اہل مدینہ کی سُنّت حجت نہیں۔ اگر سنّت سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت ہے تو یہ مرسل ہے۔ مرسل روایت حجت نہیں۔

اولیٰ

یہ ہے کہ تہائی اور اس سے کم میں عورت کی دیت مرد کی دیت کے برابر ہے اور اس سے زائد میں عورت کی دیت مرد کی دیت سے نصف ہو گی۔ عمرو بن شعیب کی حدیث کا یہ مفہوم عدل، عقل اور قیاس کے مطابق ہے۔ امام شوکانی رح کے بیان کردہ مفہوم کے مطابق چار انگلیوں کی دیت پینتیس ۳۵ اونٹ ہو گی اور سعید بن مسیب رح کے بیان کردہ مفہوم کے مطابق بیس ۲۰ اونٹ دیت ہو گی۔

ائمہ کے اقوال

عورت کی دیت کے بارے میں ائمہ کے اور اقوال بھی ہیں۔ مثلاً ابن مسعود رض اور شریح کا قول ہے کہ پانچ اونٹ تک عورت کی دیت مرد کی دیت کے برابر ہے۔ نہایۃ المجتہد میں ہے ابن مسعود رض۔ عثمان رض۔ شریح رح۔ اور ائمہ کی ایک جماعت کا قول ہے کہ عورت کے زخم کی دیت مرد کے زخم کی دیت کے برابر ہے سوائے موضحہ زخم کے جس نے ہڈی کو ننگا کر دیا ہو۔ اس میں عورت کی دیت مرد کی دیت سے نصف ہے۔

زید بن ثابت رض سلیمان بن لیسار کا قول ہے کہ پندرہ اونٹ تک عورت کی دیت مرد کی دیت کے برابر ہے۔ حسن بصری رح کا قول ہے کہ نصف دیت تک عورت اور مرد کی دیت برابر ہے اس سے زیادہ پر عورت کی دیت مرد کی دیت سے نصف ہے۔ ان تمام اقوال کا ذکر کر کے امام شوکانی رح فرماتے ہیں۔ هٰذه الاقوال لا دليل عليها یعنی یہ تمام اقوال بلا دلیل ہیں۔ (نیل الاوطار ج ۷، ص ۶۸)

خلاصہ یہ کہ تہائی دیت تک عورت کی دیت مرد کی دیت کے برابر ہے تہائی سے صرف زائد میں عورت کی دیت مرد کی دیت سے نصف ہے۔

حضرت علی رض سے جس قدر روایات منقول ہیں کہ عورت کی دیت مرد کی دیت سے نصف ہے، یہ تمام روایات منقطع ہیں۔ اس کی وضاحت بیہقی میں ہے۔

عورت کی دیت مرد کی دیت سے نصف ہے اس نظریہ کے اصحاب نے اپنے موقف کی تائید میں حدیث حضرت معاذ بن جبل سے استدلال کیا ہے۔ اس حدیث کے الفاظ حسب ذیل ہیں۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیۃ المرأۃ علی النصف من دیۃ الرجل۔ (بیہقی ج ۸ ص ۹۵)

یعنی "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت کی دیت مرد کی دیت سے نصف ہے"

اس حدیث کا ذکر کرکے امام بیہقیؒ نے فرمایا کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ دوسرے مقام پر فرمایا:-

اسنادہ لا یثبت مثلہ یعنی "اس جیسی سند ثابت نہیں ہے۔ بشرط صحت۔

عمرو بن شعیب اور معاذ بن جبل ہر دو کی احادیث میں کوئی تعارض نہیں۔ معاذ کی حدیث مطلق ہے اور عمرو کی حدیث مقید ہے۔ مطلق مقید پر محمول ہوگی معنی یہ ہوگا کہ تہائی تک عورت کی دیت مرد کی دیت کے برابر ہے اور تہائی سے زائد دیت میں عورت کی دیت مرد کی دیت سے نصف ہے۔

اصم اور ابن علیہ ان ہر دو بزرگوں کا قول ہے کہ بہرحال عورت کی دیت مرد کی دیت کے مساوی ہے۔ مغنی ابن قدامہ ج ۹ ص ۵۳۳۔

ان کا یہ قول دو وجہ سے قابل رد ہے۔

پہلی وجہ یہ ہے کہ ان کا یہ قول شاذ ہے اس قول کو نہ کتاب وسنت کی حمایت حاصل ہے اور نہ ائمہ امت کا اجماع اس کی تائید کرتا ہے اور نہ ہی ان کے ماسوا کسی امام کا یہ قول ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر ان کے قول کو تسلیم کر ہی لیا جائے تو ان کے قول کا وہی مفہوم ہوگا جو عمرو بن شعیب کی حدیث کا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تہائی تک عورت کی دیت مرد کی دیت کے برابر ہے اس سے زائد میں عورت کی دیت مرد کی دیت سے نصف ہے۔

پروفیسر محمد طاہر القادری انہوں نے دیت کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ عورت کی دیت مرد کی دیت سے نصف ہے انہوں نے کہا کہ یہ قول ائمہ اربعہؒ اور بکثرت علماء کا ہے میں ان کے موقف کو نہ باطل تصور کرتا ہوں اور نہ معاذ اللہ ان کی تحقیقات کو چیلنج کرنے کا تصور رکھتا ہوں۔ کبھی مرتبہ علماء میں اختلاف رائے ہوتا ہے عورت کی نصف دیت پر امت کا قطعی اجماع نہیں ہے بلکہ یہ اکثریتی رائے ہے۔

پروفیسر صاحب کا یہ فرمان کہ اس مسئلہ پر قطعی اجماع نہیں حقیقت اس کے برعکس ہے۔

قال ابن المنذر وابن عبدالبر اجمع اھل العلم علی ان دیۃ المرأۃ نصف دیۃ الرجل۔ یعنی "ابن منذر اور ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ اس بات پر اجماع ہے کہ عورت کی دیت مرد کی دیت سے نصف ہے" (مغنی ج ۹ ص ۵۳۳)

صرف اصم اور ابن علیہ کا قول ہے لیکن ائمہ امت نے اس کو قبول نہیں کیا۔ اس لئے کہ وہ شاذ ہے اور اجماع امت اس کے خلاف ہے۔ پروفیسر صاحب کا نظریہ مرد اور عورت میں دیت کی برابری کا ہے۔ اس نظریہ کو قبول کرنا حقیقت میں ائمہ اربعہ اور علماء امت کے نظریہ کو باطل ٹھہرانا اور ان کی تحقیق کو چیلنج کرنا ہے۔

پروفیسر صاحب نے اپنے موقف کی تائید میں امام ابوحنیفہؒ کا جو حوالہ دیا ہے۔ کہ ان کے نزدیک مسلم اور غیر مسلم کی دیت برابر ہے یہ حوالہ بے محل ہے۔ اس لئے کہ زیر بحث مسئلہ مرد اور عورت کی دیت کا ہے۔ مسلم اور غیر مسلم کی دیت کا نہیں ہے۔

مولانا محمد حنیف ندوی قتل خطا میں عورت کی دیت پر گفتگو کرتے ہوئے مولانا موصوف نے فرمایا کہ قرآن نے مرد اور عورت کو یکساں اعزاز کا مستحق ٹھہرایا ہے اور بحیثیت انسان جو شرف تکریم انسان کو عطا کی گئی ہے اس میں عورت کسی بھی درجے میں مرد سے کمتر نہیں۔ جان اور خون تو بہرحال سب کا یکساں ہے

ور یہ نص قرآن سے ثابت ہے متعدد احادیث رسول ﷺ بھی اس
مر کی تائید کرتی ہیں۔ دیت کے معاملہ میں عورت کو مرد کا نصف
رار دینا اسلام کی پیش کردہ سوشل فلاسفی سے ہم آہنگ نہیں۔
نہوں نے کہا کہ اکثریت ہمیشہ مقلد ہی رہی ہے جب کہ علوم و
نون اور تحقیق و اجتہاد کی راہیں ہمیشہ اقلیت نے کھولی ہیں۔
س لئے دیت کے مسئلہ پر اکثریت کا موقف قابلِ قبول نہیں۔
لام کو جاری رکھتے ہوئے انہوں نے فرمایا کہ آج کی عورت
زار سال پہلے کی عورت سے زیادہ باشعور ہے۔ زندگی کے مسائل
یں عورت مرد سے کہیں آگے ہے۔ اب عورت اس قابل ہے کہ
ہ قرآن و سنت سے براہِ راست استنباط کر سکے۔ انہوں نے
ہا کہ عورت کی نصف دیت پر اصرار کرنا اسلام دشمنوں کے لئے
ضحیک کا سامان مہیا کرنا ہے" روزنامہ جنگ ۱۶ اکتوبر

جہاں تک انسانیت اور انسانی شرافت و تکریم کا تعلق ہے۔
ولانا محترم کی یہ بات صرفِ نظر نہیں کی جا سکتی اور یہ بھی درست
ہے کہ شرافت و کرامت میں اور جان و مال کے اعتبار سے عورت
سی درجہ مرد سے کم نہیں۔ ان کی یہ بات بھی درست تسلیم کی جا
سکتی ہے کہ آج کی عورت ہزار سال پہلے کی عورت سے زیادہ
شعور ہے اور وہ قرآن و سنت سے براہِ راست قرآن و سنت
سے استنباط کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ مولانا کی یہ بات
انتے ہوئے بھی یہ ناقابلِ تسلیم ہے کہ اپنی مذکورہ خوبیوں کے باعث
وہ اس درجہ کو پہنچ چکی ہے کہ اس کی دیت مرد کی دیت کے برابر ہو۔

یہ بات قطعاً نادرست ہے کہ انسانیت کے یکساں
ہونے اور شرافت و کرامت میں مرد کے ساتھ برابر کی شریک
ہونے سے تکمیلِ دین کے بعد ان حدود و مسائل میں تغیر پیدا
کر دیا جائے جو اسلام نے مرد و عورت کے لئے الگ الگ تجویز
کئے ہیں۔ یہ بات کسی پر پوشیدہ نہیں ہے کہ اسلامی احکام
و مسائل کی بنیاد رنگ و نسل، شرافت و کرامت یا حسب و نسب
پر نہیں رکھی گئی۔ چنانچہ دیت کا مسئلہ جو زیرِ بحث ہے۔ اس کی
بنیاد انسانیت اور شرافت و کرامت نہیں بلکہ اس کی تجویز میں

ذکورت و انوثیت کا اعتبار کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ شہادت
و وراثت وغیرہ میں بلحاظ ذکورت و انوثت اہلِ بصیرت کو
ایک گونا فرق نظر آ رہا ہے۔ ان مسائل میں آج تک ائمہ اور فقہاء
میں سے کسی ایک نے بھی استعجاب کا اظہار نہیں کیا۔ اور نہ ہی اس
کو باعثِ تضحیک گردانا ہے۔ ہمارے نزدیک مولانا محترم
نے اس قسم کا بیان دے کر اسلام کی کوئی خدمت نہیں کی۔ اور
مغرب زدہ عورتوں کے حق میں اس قسم کا بیان دے کر ان کو
خوش کرنے کا سامان مہیا کیا گیا ہے۔

عورت کی دیت مرد کی دیت سے کم ہے اس پر حدیث
ناطق ہے اور امت کے اجماع سے بھی اس کو تائید حاصل ہے۔ مولانا
محترم نے اکثریت اور اقلیت کی نشان دہی کر کے یہ ثابت کیا
ہے کہ اقلیت کے نزدیک عورت کی دیت مرد کی دیت کے برابر
ہے حالانکہ عورت کی دیت مرد کی دیت سے کم ہونے کا مسئلہ
اجماعی ہے۔ اسلامی دنیا میں دو شخص ایسے ہیں جن کا نظریہ ہے کہ
عورت کی دیت مرد کی دیت کے برابر ہے۔ مگر ان کے اس قول
کو حدیث، اجماع اور قیاس نے مسترد کر دیا ہے۔

نیز اس قول کا ایک دوسرا معنی بھی ہو سکتا ہے کہ جس کی
وجہ سے ان کے اس قول میں اور عمرو کی حدیث میں باعتبار معنی
کوئی اختلاف نہیں رہتا اور وہ یہ ہے کہ تہائی تک عورت کی
دیت مرد کی دیت کے برابر ہے اور اس سے زائد میں عورت کی
دیت نصف ہے جب کہ ان کے قول میں دیت کا اطلاق زخم
سے قتل تک پوری دیت پر آتا ہو۔ (نیل الاوطار ج ۷ ص ۶۸)
جب کہ ان کے قول میں دو معنوں کا احتمال ہے تو پھر کسی
دلیل کے بغیر کسی ایک معنی کو متعین نہیں کیا جا سکتا۔

مولانا محترم نے اس حکمت کی طرف توجہ نہیں فرمائی
جو اسلام نے مرد کی دیت سے عورت کی دیت کے کم ہونے میں
رکھی ہے۔

علامہ المراغی اس کی حکمت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔
مرد کے قتل ہونے سے اس کے اہل جس منفعت سے

محروم ہوتے ہیں۔ وہ اس سے کہیں زیادہ ہے جو عورت کے قتل ہونے سے اس کے اہل محروم ہوتے ہیں۔

اسلام کی اس فلاسفی کا تقاضا ہے کہ عورت کی دیت مرد کی دیت سے کم ہو۔

مولانا ریاض الحسن نوری

انہوں نے اپنے بیان میں کہا ہے کہ دیت درحقیقت خون کا بدل ہے نہ اس مالی نقصان کا جو کسی خاندان کو اس فرد کے قتل سے پہنچا ہے دیت کا تعلق کمانے یا نہ کمانے سے نہیں۔

یہ ان کا اپنا خیال ہے کہ دیت کا تعلق مقتول کے اہل سے نہیں ہے وہ دراصل خون کا بدل ہے۔ ورنہ جہاں دیت خون کا عوض ہے وہاں اس کے اہل کو جو مالی نقصان پہنچا ہے اس کی قدرے تلافی بھی ہے۔ یہ بات دیت کی تعریف سے بھی واضح ہوتی ہے۔

دیت کی تعریف

الدیۃ مصدر ودی القاتل المقتول اذا اعطی ولیہ المال الذی هو بدل النفس ثم قیل لذالك المال الدیۃ تسمیۃ بالمصدر۔ (مغرب ج ۲ ص ۲۲۳، ۲۲۴)

دیت مصدر ہے ودی القاتل المقتول یعنی قاتل نے مقتول کو دیت دی۔

یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب مقتول کے ولی کو مقتول کے نفس کے عوض مال دیا جائے۔ پھر مال کو دیت کہا گیا ہے۔ گویا کہ تسمیۃ الشی باسم المصدر کی رو سے مال کا نام دیت ہو گیا ہے۔

دیت کی اس تعریف سے دو امر مستفاد ہوتے ہیں، ایک یہ کہ دیت نفس کا بدل ہے۔ دوسرا یہ کہ دیت کے وارث اس کے اہل ہیں۔ بدل اور عوض کے اعتبار سے دیت کا تعلق مقتول سے ہے اور ادائیگی کے اعتبار سے اس کا تعلق مقتول کے اہل سے بھی ہے اور اس میں مقتول کے اہل سے تعاون کا پہلو بھی نکلتا ہے۔ فدیۃ مسلمۃ الی اھلہ

کے قرآنی جملہ سے بھی یہ معنی مترشح ہوتا ہے۔

مولانا عبدالستار خاں نیازی

مجلس مذاکرہ کے اختتام پر صدارتی خطبہ دیتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ائمہ اربعہ کے اجتہاد اور علماء امت کے تعامل کی بناء پر عورت کی نصف دیت کا موقف تو پہلے سے موجود ہے، اس سے انکار نہیں مگر مرد و عورت کی یکساں دیت بھی قرآن و سنت سے ثابت ہے۔ دونوں نقطہ ہائے نظر کے پیچھے جداجدا شرعی دلائل موجود ہیں۔"

مولانا نیازی صاحب کا یہ صدارتی خطبہ حقیقت حال کا ترجمان نہیں۔ جب عورت کی دیت کے بارے میں حدیث رسول ﷺ رہنمائی کرتی ہے تو حدیث کو نظر انداز کر کے ائمہ کے اجتہاد اور علماء کے تعامل سے استدلال کرنا چہ معنی دارد۔ ہمارے خیال میں وہ یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ عورت کی نصف دیت کا یہ مسئلہ ائمہ کے اجتہاد کی پیداوار ہے اور اس بارے میں کوئی نص صریح نہیں۔ اس تمہید سے مولانا نے اپنے لئے راہ ہموار کی ہے کہ جب وہ دوسرے فریق کے نظریہ کا اعتراف کریں تو وہ اہل علم کی عتاب و ملامت سے محفوظ رہ سکیں اور یہ کہہ سکیں کہ ہر دو فریق کا نظریہ اجتہادی ہے جو قرآن و سنت سے استنباط کیا گیا ہے۔

مرد و عورت کی یکساں دیت بھی قرآن و سنت سے ثابت ہے، ان کا یہ قول بھی ان کے سطحی علم و تحقیق کا آئینہ دار ہے۔ ورنہ قرآن مجید اور ذخیرہ احادیث میں ایک آیت اور نہ کوئی ایک حدیث ایسی ہے جس سے یہ ظاہر ہو کہ عورت کی دیت مرد کی دیت کے برابر ہے۔ پوری امت میں سے صرف اصم اور ابن علیہ کا یہ قول ہے جس کو امت میں سے کسی امام نے بھی قبول نہیں کیا۔

چونکہ مولانا موصوف مجلس مذاکرہ کے صدر تھے ہر دو فریق کو خوش رکھنے کے لئے یہ دوغلا پالیسی اختیار کرنی پڑی ہے ورنہ علمی تحقیق سے ان کی تقریر کا دور کا بھی واسطہ نہیں

ع۔ حج کعبہ بھی کیا اور گنگا کا اشنان بھی ۔ خوش رہے رحمان بھی راضی رہے شیطان

(باقی صفحہ ۲۰ پر)

مولانا فضل الرحمٰن صاحب ایم۔ اے۔ لاہور

آخری چہار شنبہ کی تاریخی حقیقت

الحمد للہ الذی خلق الانسان وعلّمہ البیان ولم یترکہ سدی کالحیران بل بعث الیہ رسولہ لتعلیم الحدیث والقرآن فمن عمل بہما دخل الجنان ومن اعرض عنہما دخل فی النّیران۔ والصّلوٰۃ والسلام علی سیّد الانبیاء صاحب الحق والبرھان وعلیٰ ازواجہ و ذرّیاتہ واصحابہ الی یوم المیزان۔

"سب تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جس نے حضرت انسان کی تخلیق کی۔ اور اسے بولنا۔ پڑھنا، لکھنا سکھایا۔ اسے حیران و پریشان رہنے کے لئے نہیں چھوڑا بلکہ انسان کی طرف قرآن وسنّت کی تعلیم کے لئے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا پس جو کوئی ان دونوں پر عمل کرے گا جنّت میں داخل ہو جائے گا اور جو ان سے اعراض کرے گا جہنّم کا ایندھن بن جائے گا، صاحب الحق والبرہان سیّد الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلّم، آپ کی ازواجِ مُطہرات اور آپ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین پر درُود و سلام ہو۔

عام تصوّر ماہِ صفر کے آخری چہار شنبہ کے بارے میں عام تصوّر پایا جاتا ہے کہ اس روز امام الانبیاء نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے بیماری سے شفا پائی۔ اور آپ نے غسلِ صحت فرمایا۔

آپ سے اپنی انتہائی محبت کا اظہار کرتے ہوئے اسی بناء پر صفر کے ہر آخری چہار شنبہ کو بہت سے مسلمان باغات میں جا کر چہل قدمی کرنے کو سنّت سمجھتے ہیں اور آپ کی صحت یابی کی خوشی میں جلوس نکالتے ہیں۔ بعض تجارتی مراکز میں تعطیل بھی ہو جاتی ہے۔

تحقیق محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا اعجاز یہ ہے کہ آپ کی زندگی مبارک کا جلوت وخلوت میں گزرنے والا لمحہ لمحہ آپ کی حیاتِ طیّبہ میں ہی سینوں کے بعد کاغذ کے سفینوں میں محفوظ کر لیا گیا تھا۔ چنانچہ آخری چہار شنبہ کی حقیقت کی وضاحت کے لئے گیارہ کتب سِیَر، تواریخ اور اسماء الرجال کے حوالے قارئین کرام کے استفادے کے لئے پیش کئے جاتے ہیں۔

۱۔ اُسد الغابہ، ص ۴۱، جٔ ۱

بدأ برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (وجعہ) مرضہ الذی مات منہ یوم الاربعاء للیلتین بقیتا من صفر سنۃ احدی عشرۃ فی بیت میمونۃ ثم انتقل حین اشتد مرضہ الیٰ بیت عائشۃ وقبض یوم الاثنین ضحی فی الوقت الذی دخل فیہ المدینۃ لاثنتی عشرۃ خلت من ربیع الاول۔ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بیماری کا آغاز، جس میں آپ اس دنیا سے تشریف لے گئے۔ گیارہ ہجری کا میں صفر کے مہینے کی جب دو راتیں باقی رہ گئی تھیں۔ بدھ کے روز حضرت میمونہؓ کے گھر میں ہوا جب آپ کی بیماری نے شدّت اختیار کی تو آپ حضرت عائشہؓ کے گھر منتقل ہو گئے۔ بارہ ربیع الاول پیر کے دن ضحیٰ کے وقت جس میں آپ مدینہ طیّبہ میں داخل ہوئے تھے آپ کی روح اقدس کو قبض کر لیا گیا۔"

۲۔ یہی عبارت "الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب" ص ۳۰ ج ۱ میں بھی ہے۔

۳۔ تاریخ الکامل ص ۲۱۵۔ ج ۲

ابتدأ برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

مرضه اواخر صفر۔ " رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بیماری کا آغاز صفر کے آخر میں ہوا۔"

۴۔ البدایة والنهایة ص ۲۲۴، ج ۵

ابتدئ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بشکواه الذی قبضه اللہ فیه الی ما اراده اللہ من رحمته وکرامته فی لیال بقین من صفر او فی اول شهر ربیع الاول۔ " رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بیماری کا آغاز جس میں اللہ نے ان کی روح مبارک کو قبض فرمایا تاکہ ان کو اپنی رحمت وکرامت سے نوازے۔ اس وقت ہوا جب کہ صفر کی چند راتیں باقی رہ گئی تھیں یا ربیع الاول کی ابتداء میں ہوا۔"

۵۔ سیرت ابن ہشام ص ۲۲۴، ج ۵

سیرت کی اس کتاب میں باب باندھا گیا ہے۔

" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کے آغاز کا باب" اور پھر اس کے تحت لکھا گیا ہے۔

ابتداء شکوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشکواه الذی قبضه اللہ فیه الی اراده اللہ من رحمته وکرامته فی لیال بقین من صفر او فی اول شهر ربیع الاول۔ " رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بیماری کا آغاز جس میں اللہ تعالیٰ نے ان کی روحِ اقدس کو قبض فرمایا تاکہ ان کو اپنی رحمت وکرامت سے نوازے اس وقت ہوا جب کہ صفر کی چند راتیں باقی رہ گئیں یا ربیع الاول کی ابتداء میں ہوا۔"

۶۔ تاریخ ابن خلدون ص ۶۱ بقیه الجزء الثانی

بداه الوجع للیلتین بقیتا من صفر وتمادی به وجعه۔ " صفر کی جب دو راتیں باقی رہ گئی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری شروع ہوئی۔ پھر آپ بیمار ہی رہے۔"

۷۔ تاریخ طبری ص ۱۶۱، ج ۲ میں الگ باب ہے

بدئ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وجعه للیلتین بقیتا من صفر۔ " رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کا آغاز اس وقت ہوا جب صفر کی دو راتیں باقی رہتی تھیں۔"

۸۔ تاریخ خمیس ص ۱۶۱، ج ۲ میں الگ باب ہے

ابتداء مرضه وکیفیته

" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کی ابتداء اور کیفیت" پھر نقل کیا گیا ہے۔

ابتداء به صداع فی اواخر صفر للیلتین بقیتا منه یوم الاربعاء فی بیت میمونة رض۔ " رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کی ابتداء بدھ کے روز حضرت میمونہ رض کے گھر میں صفر کے آخر میں ہوئی۔"

۹۔ نور الیقین فی سیرة سید المرسلین ص ۲۸۲

وقد بداه علیه السلام مرضه فی اواخر صفر من السنة الحادیة العشرة من الهجرة فی بیت میمونة واستمر مریضا ثلاثة عشر یوما " رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کا آغاز گیارہ ہجری میں صفر کے آخر میں حضرت میمونہ رض کے گھر میں ہوا پھر آپ تیرہ دن بیمار رہے۔"

۱۰۔ طبقات ابن سعد (اردو) ص ۳۷۰، ج ۲

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۲۹ صفر ۱۱ھ یوم چہار شنبہ بیمار ہوئے۔ اور ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ یوم دو شنبہ آپ نے وفات پائی۔ انا للہ وانا الیه راجعون۔ حضرت ابن عباس رض اور حضرت عائشہ رض کا بھی تاریخ وفات پر اتفاق منقول ہے۔

۱۱- فتح الباری ص ۱۲۹ ج ۸ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے صحیح بخاری کے ترجمۃ الباب "باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم ووفاتہ" کی شرح میں نقل کیا ہے کہ بیماری کا آغاز صفر کے آخر میں ہوا۔

نتیجہ: محدثین اور مورخین اور اصحاب سیر کی صحیح روایات کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۳ روز بیمار رہے۔

آخر میں نتیجہ تحقیق جناب مولینا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے الفاظ میں نقل کیا جاتا ہے۔ جو کہ فتویٰ کی صورت میں مدینہ پبلشنگ کمپنی بندر روڈ کراچی کی شائع کردہ کتاب احکام شریعت مکمل میں موجود ہے۔

مسئلہ ۹۳ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس امر میں کہ صفر کے اخیر چہار شنبہ کے متعلق عوام میں مشہور ہے کہ اس روز حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض سے صحت پائی تھی۔ بنا بریں اس روز کھانا و شیرینی وغیرہ تقسیم کرتے ہیں اور جنگل کی سیر کو جاتے ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس مختلف جگہوں میں مختلف معمولات ہیں۔ کہیں اس روز کو نحس و مبارک جان کر گھر کے پرانے برتن گلی توڑ ڈالتے ہیں اور تعویذ و چھلہ چاندی کے اس روز کی صحت بخشی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمل میں لائے جاتے ہیں۔ لہٰذا اصل اس کی شرع میں ثابت ہے کہ نہیں اور فاعل عامل اس کا بربنائے ثبوت یا عدم ثبوت مرتکب معصیت ہوگا یا قابل ملامت و تادیب ہوگا۔؟ بینوا توجروا۔

الجواب آخری چہار شنبہ کی کوئی اصل نہیں، نہ اس دن صحت یابی حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی ثبوت ہے بلکہ مرض اقدس جس میں وفات ہوئی اس کی ابتداء اسی دن سے بتائی جاتی ہے۔ اور ایک حدیث مرفوع میں آیا ہے۔ آخر اربعاء من الشھر نحس مستمر اور مروی ہوا۔ ابتدائی ابتلائے سیدنا ایوب علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والتسلیم اسی دن تھی اور اسے نحس سمجھ کر مٹی کے برتن توڑ دینا گناہ و اضاعت مال ہے۔ بہرحال یہ سب باتیں بے اصل و بے معنی ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مذکورہ بالا حوالجات کی روشنی میں ہمیں اپنا جائزہ لینا چاہیے جو ہم کر رہے ہیں۔ کیا وہ قرآن و سنت کے مطابق ہے؟ اگر نہیں ہے تو پھر اس سے اجتناب کرنا چاہیے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا (سورۃ النساء - ۱۱۵) "ہدایت کے واضح ہو جانے کے بعد جو کوئی رسول کی مخالفت کرے گا اور مومنوں کی راہ کو چھوڑ کر کوئی اور راہ اختیار کرے گا ہم اسے اسی طرف لگا دیں گے۔ پھر اسے جہنم میں داخل کر دیں گے اور جہنم برا ٹھکانا ہے۔"

ہماری اسی میں عافیت ہے کہ ہم صحابہؓ کی راہ پر گامزن رہیں۔ کیونکہ ان سے بڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے والا کوئی نہ تھا۔ جو ہم کر رہے ہیں اگر انہوں نے بھی ایسا کیا تو پھر معاملہ ٹھیک ہے۔ اگر انہوں نے ایسا نہیں کیا تو پھر ہم ان کی راہ سے ہٹ رہے ہیں۔ جس کا نتیجہ لازمی طور پر ہلاکت و بربادی کے سوا کچھ نہیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن و سنت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وما علینا الا البلاغ المبین

درسِ منتخباتِ قرآن

پروفیسر عبداللہ شاہین

نذر و نیاز اور غیر اللہ کے چڑھاوے

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللّٰهِ (البقرہ ۱۷۳)

ترجمہ: اس نے تم پر مرا ہوا جانور اور لہو اور سور کا گوشت اور جس چیز پر خدا کے سوا کسی اور کا نام پکارا جائے حرام کر دیا ہے

تفاسیر

معارف القرآن

(وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللّٰهِ) وہ جانور ہے جو غیر اللہ کے لئے نامزد کیا گیا ہو۔ جس کی تین صورتیں متعارف ہیں۔ اوّل یہ کہ کسی جانور کو غیر اللہ کے تقرب کے لئے ذبح کیا جائے اور بوقت ذبح اسی غیر اللہ کا نام لیا جائے۔ یہ صورت باجماعِ اُمت حرام ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ کسی جانور کو تقرب الیٰ غیر اللہ کے لئے ذبح کیا جائے لیکن بوقتِ ذبح اُس پر نام اللہ ہی کا لیا جائے۔ جیسے بہت سے ناواقف مسلمان بزرگوں، پیروں کے نام پر ان کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے بکرے، مرغے وغیرہ ذبح کرتے ہیں لیکن ذبح کے وقت اس پر نام اللہ ہی کا پکارتے ہیں۔ یہ صورت بھی باتفاقِ فقہاء حرام ہے۔ اور مذبوحہ حرام ہے۔ حواشی بیضاوی میں ہے۔ " ہر وہ جانور جس کو غیر اللہ کے نام کر دیا گیا ہو وہ حرام ہے۔ اگرچہ بوقتِ ذبح اللہ ہی کا نام لیا ہو۔ اس لئے کہ علماء فقہاء کا اتفاق ہے کہ کسی جانور کو غیر اللہ کے تقرب کے لئے اگر کوئی مسلمان ذبح کرے تو وہ مرتد ہو جائے گا اور اُس کا ذبیحہ مرتد کا ذبیحہ کہلائے گا۔"

امام قرطبی نے ... امام مسلم کے شیخ یحییٰ بن یحییٰ کی سند سے حضرت عائشہؓ کی ایک طویل حدیث نقل کی ہے جس کے آخر میں ہے کہ ایک عورت نے حضرت عائشہؓ سے سوال کیا کہ اُم المؤمنین ہمارے کچھ رضاعی رشتہ دار عجمی لوگوں میں سے ہیں اور ان کے یہاں تو روز روز کوئی نہ کوئی تہوار ہوتا رہتا ہے۔ یہ لپنے تہواروں کے کچھ ہدیہ تحفہ ہمارے پاس بھی بھیج دیتے ہیں۔ ہم اس کو کھائیں یا نہیں؟ اس پر حضرت عائشہؓ نے فرمایا۔

أَمَّا مَا ذُبِحَ لِذٰلِكَ الْيَوْمِ فَلَا تَأْكُلُوْا

" جو جانور اس عید کے دن کے لئے ذبح کیا گیا ہو وہ نہ کھاؤ"

الغرض یہ صورت جس میں نیت تو تقرب الیٰ غیر اللہ کی ہو مگر ذبح کے وقت اللہ کا نام لیا جائے مَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللّٰهِ کے حکم میں ہے۔

تیسری صورت یہ ہے کہ کسی جانور کو کان کاٹ کر یا کوئی دوسری علامت لگا کر تقرب الیٰ غیر اللہ کے لئے چھوڑ دیا جائے نہ اس سے کام لیں نہ اس کے ذبح کرنے کا قصد ہو۔

تفہیم القرآن

اس کا اطلاق اُس جانور کے گوشت پر بھی ہوتا ہے جسے خدا کے سوا کسی اور کے نام پر ذبح کیا گیا ہو اور اس کھانے پر بھی ہوتا ہے جو اللہ کے سوا کسی اور کے نام پر بطور نذر کے پکایا جائے حقیقت یہ ہے کہ جانور ہو یا غلہ یا اور کوئی کھانے کی چیز دراصل اس کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے اور اللہ ہی نے وہ چیز ہم کو عطا کی ہے۔ لہٰذا

اعترافِ نعمت یا صدقہ یا نذر و نیاز کے طور پر اگر کسی کا نام ان چیزوں پر لیا جا سکتا ہے تو وہ صرف اللہ ہی کا نام ہے۔ اس کے سوا کسی دوسرے کا نام لینا یہ معنیٰ رکھتا ہے کہ ہم خدا کے بجائے یا خدا کے ساتھ اُس کی برتری بھی تسلیم کر رہے ہیں اور اس کو بھی منعم سمجھتے ہیں۔

ضیاء القرآن

سب مسلمان اس بات پر متفق ہیں کہ اس سے مراد وہ ذبیحہ ہے جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لیا جائے۔ بعض لوگ ان چیزوں اور جانور کو بھی حرام کہہ دیتے ہیں جس پر کسی نبیؑ یا ولیؒ کا نام لے دیا جائے خواہ ذبح کے وقت اللہ کے نام سے ہی ذبح کیا جائے کیونکہ اس طرح مشرکین کے عمل سے تشبیہ ہو جاتی ہے۔ لیکن اگر نظرِ انصاف سے دیکھا جائے تو مسلمانوں کے اس عمل کو مشرکین کے عمل سے ظاہری یا باطنی کسی قسم کی مشابہت نہیں۔ کفار جب ایسے جانوروں کو ذبح کرتے تھے تو اپنے بتوں کا نام لے کر اور مسلمان ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کے نام کے سوا کسی کا نام لینا گوارا ہی نہیں کرتے۔ اس لئے ظاہری مشابہت نہ ہوئی بلکہ ان کی نیت یہی ہوتی ہے کہ اس جانور کو اللہ کے نام سے ذبح کرنے کے بعد یا یہ کھانا پکانے کے بعد فقراء اور عام مسلمان کھائیں گے۔ اور اس کا جو ثواب ہوگا وہ فلاں صاحب کی روح کو پہنچے۔ واضح ہو گیا کہ مسلمانوں کے عمل اور مشرکین کے طریقے میں زمین و آسمان سے بھی زیادہ فرق ہے۔

حاصلِ مطالعہ

مذکورہ آیت اور اس کی صحیح مستند تفسیر سے اُن رسموں کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے جو عوام الناس میں رواج پکڑ چکی ہیں۔ جیسے کونڈے اور گیارہویں کے ختم یا دیگر نیازیں اور چڑھاوے وغیرہ۔ صاحب ضیاء القرآن نے ایسی چیزوں کا جواز پیش کیا ہے کہ ان کا اہتمام بزرگوں کو ثواب پہنچانے کے لئے کیا جاتا ہے۔ حالانکہ عوام الناس کا یہ عقیدہ ہے کہ یہ بزرگ خدا کے انتہائی مقرب ہیں۔ یہاں تک کہ خدا تعالیٰ نے انہیں بہت سے تکوینی اُمور تفویض کر رکھے ہیں جن کے بل بوتے پہ وہ اپنے عقیدت مندوں کی پکار کو سُنتے اور مشکلات کو حل کرتے ہیں۔ اسی لئے تو نیازیں پیش کی جاتی ہیں۔ ورنہ ان مقربانِ الٰہی کو کسی کے ایصالِ ثواب کی چنداں پروا نہیں۔ نیز اگر محض ایصالِ ثواب کی نیت ہی ہو تو مختلف درگاہوں اور آستانوں پر بکرے لے جا کر ذبح کرنے اور دیگیں چڑھانے کی کیا ضرورت ہے۔ یہ عمل تو گھر بیٹھے بٹھائے بھی کیا جا سکتا ہے۔ اس لئے صاحبِ "ضیاء القرآن" نے مشرکین اور موجودہ مسلمانوں کے عمل کے بارے میں جو یہ کہا ہے کہ ان کے مابین زمین آسمان کا فرق ہے، بالکل غلط ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ایسے عقیدت مندوں کے تحت الشعور میں مشرکین ہی کی طرح یہ بات ہوتی ہے کہ ہماری نذر (یا اس کا ثواب) جب مقربانِ الٰہی کی خدمت میں پیش ہوگا تو وہ ہمارے اس عمل سے انتہائی خوش ہوں گے اور ہمیں بلیّات سے محفوظ اور برکات سے محظوظ فرمائیں گے۔ جب کہ بقول صاحب معارف القرآن "یہ صورت جس میں نیت تو تقرب الیٰ غیر اللہ ہو مگر ذبح کے وقت اللہ کا نام لیا جائے نیت الیٰ غیر اللہ کی وجہ سے "ما اھل بہ لغیر اللہ" کے حکم میں ہے" نیز مولانا شبیر احمد عثمانی اور مولانا محمود حسن کے حاشیہ قرآن میں ہے۔ "اللہ کے سوا کسی بت یا جن یا کسی روح یا پیر یا پیغمبر کے نامزد کر کے ان کے تقرب یا رضا جوئی کی نیت سے ذبح کیا جائے۔ ان سب جانوروں کا کھانا حرام ہے گو بوقت ذبح تکبیر پڑھی ہو۔" نیز صاحب معارف القرآن نے جس تیسری صورت کا ذکر کیا ہے یعنی "کسی جانور کو کان کاٹ کر یا کوئی دوسری علامت لگا کر تقرب الیٰ غیر اللہ اور تعظیم الیٰ غیر اللہ چھوڑ دیا جائے مثلاً ذوالجناح کے جلوس کے لئے مخصوص گھوڑا جس پر سواری کو ناجائز سمجھا جاتا ہے اور انتہائی ادب و عقیدت سے اس کی دیکھ بھال اور پرورش کی جاتی ہے۔ اسی طرح کسی بزرگ کے نام پر چھوڑی ہوئی گائیں جن کے گلے میں علامت کے طور پر دوپٹے ڈالے ہوئے ہوتے ہیں اور جن کے [۴]

[۴]۔ ذبح وغیرہ کو ناجائز سمجھا جاتا ہے۔ ان سب کے پیچھے مشرکانہ ذہنیت ہی کارفرما ہے۔ اعاذنا اللہ منہ۔

درسِ حدیث

بہترین حکومت اور حکمران

عن عوف بن مالكؓ الاشجعي عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال خيار ائمتكم الذين تحبونهم ويحبونكم وتصلون عليهم ويصلون عليكم وشرار ائمتكم الذين تبغضونهم ويبغضونكم وتلعنونهم ويلعنونكم قال قلنا يا رسول الله افلا ننابذهم عند ذلك قال لا ما اقاموا فيكم الصلوة لا ما اقاموا فيكم الصلوة الا من ولي عليه وال فراه يأتي شيئا من معصية الله فليكره ما يأتي من معصية الله ولا ينزعن يدا من طاعة (رواہ مسلم مشکوٰۃ ص ۳۱۹)

"حضرت عوف بن مالک اشجعیؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا۔ تمہارے بہترین حاکم وہ ہیں جو تم سے محبت رکھیں اور تم ان سے محبت رکھو۔ وہ تم کو دعائیں دیں، تم ان کو دعائیں دو۔ اور بدترین حاکم وہ ہیں جو تم سے بغض رکھیں اور تم ان سے بغض رکھو اور وہ تم پر لعنت کریں اور تم ان پر لعنت کرو، ہم نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ان بدترین حاکموں کے ساتھ ہم اپنا رشتۂ اطاعت توڑ کر پھینک نہ دیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ ہرگز نہیں، جب تک کہ وہ تمہاری باجماعت نمازوں کا نظام قائم رکھیں۔ (تاکیداً یہ دو بار فرمایا) خوب سن لو کہ جب کسی پر کوئی حاکم مقرر ہو اور وہ یہ دیکھے کہ وہ خدا کی معصیت میں مبتلا ہے تو اصول یہ ہے کہ اس کی معصیت کو دل میں نفرت کی نظر سے دیکھے لیکن ظاہری طور پر اس کی اطاعت سے دست کش نہ ہو"

شرح:۔ حدیث بالا میں بھی حاکم و محکوم کی خوش بختی کی علامت محبت ہی کو قرار دیا گیا ہے۔ لیکن ادھر ایک دائمی قانون کا مؤسس یہ دیکھ رہا تھا کہ اس انقلابات کی دنیا میں ہمیشہ معیاری حاکم میسر آنا ممکن نہیں، اس لئے اگر چھوٹے بڑے اختلافات کے ساتھ حکومت کی بر سر بازار مخالفت کی اجازت دے دی جائے تو پھر مستقبل میں کسی حکومت کا قیام بھی مشکل ہو جائے گا۔

اسلام کی نظر میں افتراق و تشتت اور شر و فساد اور فتنہ پردازی کی اتنی اہمیت محسوس کی گئی ہے کہ اس کو قتل جیسے قبیح جرم سے زیادہ بڑھ کر قرار دے دیا گیا ہے۔

وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ

"اور دین سے بچلانا مار ڈالنے سے بھی زیادہ سخت ہے"

(پارہ ۲ رکوع ۸)

اسلام کا جماعتی نصب العین صرف شان و شوکہ کی برتری نہیں بلکہ اعمال و کردار کی بہتری ہے

عن عمرو بن مرة انه قال لمعاوية سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول من ولاه الله شيئا من امر المسلمين فاحتجب دون حاجتهم وخلتهم وفقرهم احتجب الله دون حاجته وخلته وفقره فجعل معاوية رجلا على حوائج الناس (رواہ ابوداود والترمذی مشکوٰۃ ص ۳۲۴)

"عمرو بن مرہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت معاویہؓ سے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے خود سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کو مسلمانوں کا حاکم مقرر فرمائے اور وہ مسلمانوں کی ضروریات اور حاجات سے غافل ہو کر بیٹھا رہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ بھی محشر میں اس کی ضروریات و حاجت کی کوئی شنوائی نہ فرمائے گا۔" یہ حدیث سن کر حضرت معاویہؓ نے اس بات کے لئے مستقل ایک شخص مقرر کر دیا کہ جو لوگوں سے پوچھ پوچھ کر ان کی ضروریات کو ان کے سامنے پیش کرتا رہے۔

عَنْ عمر بن الخطاب اَنَّہٗ کَانَ اِذَا بَعَثَ عُمَّالَہٗ شَرَطَ عَلَیْھِمْ اَن لَّا تَرْکَبُوْا بِرْذَوْنًا وَلَا تَاکُلُوْا نَقِیًّا وَّلَا تَلْبَسُوْا رَقِیْقًا وَّلَا تُغْلِقُوْا اَبْوَابَکُمْ دُوْنَ حَوَائِجِ النَّاسِ فَاِنْ فَعَلْتُمْ شَیْئًا مِّنْ ذٰلِکَ فَقَدْ حَلَّتْ بِکُمُ الْعُقُوْبَۃُ ثُمَّ یُشَیِّعُھُمْ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان مشکوٰۃ ص ۳۲۴)

"حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ جب وہ کسی اپنے کارندے کو کسی جانب روانہ فرماتے تو اس کے ساتھ یہ چند شرطیں کر لیتے کہ ترکی گھوڑے پر سوار مت ہونا اور میدہ مت کھانا۔ اور باریک کپڑے مت پہننا اور لوگوں کی ضروریات سننے کے لئے ہر وقت اپنے دروازے کھلے رکھنا اور ان کو بند مت کرنا، اگر تم نے ان میں سے ایک بات کی بھی خلاف ورزی کی تو یاد رکھنا اس کا نتیجہ تم کو بھگتنا ہوگا۔ یہ کلمات کہہ کر پھر رخصت فرماتے۔"

شرح:۔ حدیث کی شرح سمجھنے سے پہلے یہ اپنے پیش نظر رکھئے کہ یہ فرمان اُس شخص کا ہے جس کے متعلق بعض انگریزوں کا یہ مقولہ ہے کہ اگر کہیں اسلام میں اسی شان کا دوسرا عمرؓ اور پیدا ہوجاتا تو تمام روئے زمین پر ایک مسلمانوں کے سوا دوسرا کوئی حکمران نظر نہ آتا۔ تاریخ آپ کو یہ بتادے گی کہ اس کی یہ رائے کسی جبر وتشدد کی بناء پر نہیں تھی کیونکہ دنیا کبھی جبر وتشدد سے رام نہیں ہوسکتی بلکہ ان کے حسنِ تدبیر اور حسنِ تدبر کی بناء پر تھی اور اسی کے ساتھ اس کا بھی لحاظ رکھئے کہ یہ شخصیت وہ تھی جس کی عمر کا اکثر حصہ ایسے تنگ حالات میں گذرا ہے کہ اس وقت کبھی کبھی مسلمانوں کی تمام فوج میں انگلیوں پہ گنے ہوئے چند گھوڑے ہوتے تھے جب کہ دشمنوں کی فوج ہر قسم کے سامانوں سے لیس اور مسلح ہوتی تھی، ان کی غذا حالت امن میں جَو کا آٹا اور وہ بھی بغیر چھنا ہوا، اور ان کا فوجی راشن کبھی کبھی صرف کھجور کی گٹھلیاں ہوتی تھیں۔ پھر ان کے لباس کا کیا پوچھنا ہے ان کے تن یا تو ہمہ وقت زرہ پوش رہتے تھے یا اگر کبھی زرہ اتارنے کی نوبت آتی تو جانوروں کے کچے چمڑے جسم سے لپیٹ لیا کرتے تھے۔

یہ وہ شخصیت تھی جو اپنے دَورِ حکومت میں تخت پر بیٹھ کر اپنے پھاٹک بند کرنے کی بجائے رات کی تاریکیوں میں چھپ چھپ کر مدینہ کی گلیوں میں مارے مارے پھرتے کہ اگر کسی کو اپنی ضرورت بیان کرنے میں کوئی امر مانع ہو تو براہ راست خود جاکر اس کا تجسس کریں۔ اس ضمن میں جو واقعات تاریخ میں موجود ہیں اگر ان کو نقل کیا جائے تو پھر یہ مختصر رسالہ ایک رسالہ باقی نہیں رہ سکتا بلکہ ایک ضخیم جلد بن جائے گا۔

(۱) اب اس روشنی میں آپ اس پر غور کریں کہ اگر حاکم خود ایسا ہو اور اس کا دَور وہ دَور ہو جو آپ اُوپر ملاحظہ فرما چکے تو اس کو اپنے کارندوں کو مذکورہ بالا شرائط کا پابند کردینا کتنا معقول اور حاکم اور محکوم کی عام معاشرتی زندگی میں توازن قائم رکھنے کے لئے کتنا ضروری تھا، لیکن اب جب کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و رحمت سے ہر چیز میں فراغت و رفاہیت عطا فرما رکھی ہے۔ گھوڑوں کے بجائے موٹر اور موٹروں سے بڑھ کر ہوائی جہاز میسّر فرما دیئے ہیں۔ اور لباس بھی اچھے سے اچھا آسانی سے نصیب ہوجاتا ہے اور گیہوں کا میدہ بھی قلیل و کثیر اکثریت کو مل جاتا ہے تو اب ان الفاظ کی ظاہری صورت پر جمود کرنا یا اس پر اعتراض کرنا یہ سراسر نافہمی ہے۔ البتہ اس فرمان کی رُوح جو آج بھی ہماری زندگی کا نصب العین ہونا چاہیئے۔ یعنی اپنے زمانہ کے سازوسامان کے مطابق اور اپنی حیثیت کا لحاظ رکھتے ہوئے ہم خدا تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتیں استعمال کرسکتے ہیں لیکن قدم قدم پر اگر ہم کو باعزت زندگی درکار ہے تو ہمارے دماغوں میں عیش پرستی کا تخیل کہیں دُور دُور بھی نہ آنا چاہیئے۔ اور جفاکشی کی زندگی کا ہمیشہ عادی رہنا چاہیئے۔

ابھی علی برادران مرحوم کو غالباً دنیا نے فراموش نہیں کیا ہے، یہ وہ زمانہ تھا جب کہ اس قسم کے لوگ بھی موجود تھے، جو ہندوستانی کپڑے کا استعمال تو درکنار، ہندوستانی دُھلے ہوئے کپڑے کا پہننا بھی عار سمجھتے تھے۔ پھر اسی زمانے میں شدہ شدہ یہ نوبت آگئی کہ جو گاڑھا پہنتا اور وہ بھی کھدر کا بنا ہوا تو بڑی

(باقی صفحہ ۲ پر)

تبصرۂ کتب
حافظ صلاح الدین یوسف

۱۔ ابو الکلام آزادؒ بہ حیثیت مفسرؒ و محدث

۲۔ افاداتِ آزادؒ (مذہبی و ادبی استفسارات کے جوابات)

مرتبہ :۔ ڈاکٹر ابو سلمان شاہ جہان پوری
صفحات اوّل الذکر ۱۴۸ ، درمیانہ سائز ، قیمت ۲۰ روپے
صفحات ثانی الذکر ۱۸۰ ، درمیانہ سائز ، قیمت ۲۵ روپے
ناشر :۔ ادارہ تصنیف و تحقیق ۱۸۰۸۶ ۔ کراچی ۳۳

یہ دونوں کتابیں مولانا ابو الکلام آزاد رح کی علمی و دینی اور ادبی خدمات کے خصوصی پہلوؤں پر مشتمل ہیں۔

پہلی کتاب میں بہ حیثیت مفسر و محدث ان کی خدمات اور علمی شخصیت کو اجاگر اور ان کی خدماتِ قرآن کو بالخصوص نمایاں کیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں برِ صغیر پاک و ہند کے جن نمایاں اہل علم و اہلِ قلم نے حصہ لیا ہے اور ان کی نگارشات سے یہ کتاب مزین ہے ان میں علامہ سید سلیمان ندوی ، مولانا سعید احمد اکبر آبادی ، مولانا محمد حنیف ندوی ، سید عبد اللطیف ، ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہان پوری (مرتب کتاب) مولانا غلام رسول مہر اور مولانا محمد شعیب عمری شامل ہیں۔

آخر الذکر دونوں بزرگوں نے مولانا آزاد کی خدماتِ حدیث کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس حصے کے بعض پہلو اگرچہ تنقیح طلب ہیں اور ان سے اختلاف کیا جا سکتا ہے تاہم بہ حیثیتِ مجموعی یہ حصہ بھی خاصا جاندار اور مفید ہے۔

دوسری کتاب میں ان علمی ، ادبی اور مذہبی استفسارات کے جوابات جمع کر دیئے گئے ہیں جو وقتاً فوقتاً حضرت مولانا مرحوم سے پوچھے گئے۔ یہ حصہ ایسے خطوط پر مشتمل ہے جس کا بیشتر حصہ غیر مطبوعہ ہے۔ اس لئے اس کی جمع و ترتیب میں فاضل مرتب کو جتنی سعی و کاوش کرنی پڑی ہو گی ، وہ اہلِ علم و تحقیق سے مخفی نہیں۔ مولانا آزادؒ کے بعض جوابات اگرچہ علمی و مذہبی نقطۂ نظر سے محلِ نظر ہیں تاہم بہ حیثیت مجموعی یہ مجموعہ بھی بڑا قابلِ قدر، مولانا کے علمی رسوخ اور ان کی دینی بصیرت کا آئینہ دار ہے۔

ان دونوں کتابوں کی ترتیب و اشاعت پر فاضل مرتب ڈاکٹر شاہجہان پوری صاحب اہلِ علم و تحقیق کی طرف سے بالعموم اور قدر شناسانِ ابو الکلام کی طرف سے بالخصوص شکریے اور قدر افزائی کے مستحق ہیں۔ جزاہ اللہ خیر الجزاء۔

تحریکاتِ ملّی (خصوصی نمبر مجلّہ "علم و آگہی")

مرتبین :۔ ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہان پوری ، ڈاکٹر انصار زاہد ، پروفیسر فصیح الدین صدیقی
صفحات ۵۰۰ سے زائد ۔ قیمت درج نہیں

گورنمنٹ نیشنل کالج کراچی کا مجلّہ "علم و آگہی" اپنے متعدد خصوصی نمبرات کی وجہ سے ملک کے علمی حلقوں سے خراجِ تحسین وصول کر چکا ہے۔ زیرِ تبصرہ شمارہ بھی اس کا خصوصی نمبر ہے جس میں متحدہ ہندکی ملّی تحریکات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اور ان تحریکات کے آئینے میں مسلمانانِ پاک و ہند کی سیاسی جدوجہد کی سرگذشت بیان کی گئی ہے۔

ان میں شہیدین (سید احمد شہیدؒ اور شاہ اسماعیل شہیدؒ) کی تحریکِ اصلاح و جہاد ، جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء ، تحریکِ خدام کعبہ ، تحریکِ ریشمی رومال ، تحریکِ ہجرت ، تحریکِ خلافت ، ترکِ موالات وغیرہ ، قابلِ ذکر ہیں۔

ظاہر بات ہے کہ ایک خصوصی نمبر میں اتنی اہم ملّی و سیاسی تحریکات کی تاریخ اور ان کے مالہ و ما علیہ پر روشنی ڈالنا کوئی معمولی کام نہیں ، لیکن فاضل مرتبین کی محنت قابلِ داد ہے کہ انہوں نے تحریکاتِ مذکورہ کے دریاؤں کو اس کوزے میں بند کر دیا ہے۔ اور اختصار و جامعیت کے ساتھ مذکورہ تحریکات پر مفید مواد جمع کر دیا ہے۔

جزاهم اللہ احسن الجزاء

تاریخ و تحریکِ پاکستان

مُرتّبین: ڈاکٹر انصار زاہد، فصیح الدین صدیقی۔
ابوسلمان شاہجہان پوری

صفحات۔ تقریباً دوصد۔ قیمت درج نہیں

یہ بھی مجلہ "علم و آگہی" کا خصوصی نمبر ہے جس میں تاریخ و تحریکِ پاکستان سے متعلّق مواد جمع کر دیا گیا ہے۔ اس موضوع سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے مفید چیز ہے۔

کاروانِ ایمان و عزیمت

تالیف: مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی۔
درمیانہ سائز، معیاری کتابت و طباعت، صفحات ۱۷۶

قیمت مجلد ۱۲ روپے

ناشر: سید احمد شہید اکیڈمی۔ ۳/۱۷، اکرم پارک
راوی روڈ۔ لاہور

زیر تبصرہ کتاب اصلاً تو مولانا ابوالحسن علی ندوی حفظہ اللہ کی گراں قدر تالیف "سیرت سیّد احمد شہیدؒ" کا ایک حصہ ہے۔ اس کا آخری باب تھا جو اس کے پہلے اور دوسرے ایڈیشن میں کتاب میں شامل تھا لیکن جب فاضل مصنّف نے کتاب میں اتنے اضافے کر دیئے کہ وہ دو چند ہو گئی تو اس حصے کو اس سے الگ کر کے شائع کر دیا گیا ہے۔

اس حصّے میں اُن اہلِ عزیمت کا مختصر تذکرہ اور ان کی سوانح ہے۔ جنہوں نے تحریکِ جہاد و اصلاح میں سرگرمی سے حصہ لیا۔ اور اس تحریک کو سیدینؒ شہیدینؒ کی شہادت کے بعد بھی زندہ رکھا۔

اس صحیفۂ ایمان و عزیمت کا مطالعہ بلاشبہ دلوں میں ایمان کی حرارت، اسلام کی حمیت اور زندگی میں شانِ عزیمت پیدا کرنے کا باعث ہے۔ ہم ہر مسلمان سے اس کے مطالعے کی سفارش کرتے ہیں۔

مولانا محمدؐ زکریا اور مجالسِ ذکر

مرتبہ:۔ محمد اقبال۔ مدینہ منورہ

درمیانہ سائز، صفحات ۱۲۸، قیمت درج نہیں۔

ناشر:۔ عمران اکیڈمی۔ ۴۰ بی اردو بازار۔ لاہور

حنفیوں کی دونوں شاخوں (بریلوی اور دیوبندی) میں جس خانقاہی تصوّف اور مجالسِ ذکر کا رواج ہے۔ یہ کتاب نہ صرف اس کی تائید و جواز میں ہے بلکہ اس کی بڑی اہمیت و تاکید اس میں بیان کی گئی ہے۔ حالانکہ ذکرِ الٰہی کا یہ مُروّجہ انداز اور طریقہ عہدِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلّم اور صحابہ کرام کے زمانے میں نہیں تھا، اس لئے اس کا جواز ہی محلِّ نظر ہے۔ چہ جائیکہ اس کی شرعی اہمیّت و تاکید ثابت ہو۔

مُرتّب نے اپنے نقطۂ نظر کے اثبات میں ایک تو اُن احادیث سے استدلال کیا ہے جو ذکر کے فضائل میں آتی ہیں۔ حالانکہ بحث نفسِ فضائلِ ذکر میں نہیں (کہ اس سے تو کسی کو بھی انکار نہیں) اُن خصوصی مجالسِ ذکر میں ہے جو اجتماعی طور پر کی جاتی ہیں، اور جن کا کوئی ثبوت عہدِ خیرالقرون میں نہیں ملتا۔ اس لئے فضائلِ ذکر کی احادیث کے عموم سے استدلال ایسا ہی ہے۔ جیسے بریلوی اذان سے قبل خود ساختہ درود پڑھنے کا اثبات فضائلِ درود کی احادیث سے کرتے ہیں۔

مُرتّب کا دوسرا استدلال صوفیائے کرام اور بہت سے علمائے کرام کے طرزِ عمل سے ہے کہ ان کے ہاں صدیوں سے ذکرِ الٰہی کا یہ انداز چلا آ رہا ہے۔ اگر یہ غلط ہوتا تو وہ ایسا نہ کرتے لیکن یہ استدلال بھی پائے چوبیں سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔ اسلام میں کسی کا طرزِ عمل شرعی حجت نہیں بن سکتا۔ مسلمان کے لئے حجت ہے تو صرف قرآن و حدیث اور اس کے بعد تعاملِ صحابہ وا جماعِ صحابہ۔

تیسرا استدلال سلاسلِ طریقت کے اُس اتّصال سے ہے جسے صوفیہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچاتے ہیں حالانکہ

ان سلاسلِ طریقت کا کوئی ثبوت کسی حدیث میں نہیں ملتا۔ صوفیاء کے ہاں اس سلسلے میں جو روایات گردش کرتی ہیں وہ سب جعلی ساختہ ہیں تعجب ہے کہ مرتب نے بھی یہ من گھڑت روایات اپنے خانقاہی و اجتماعی طریقۂ ذکر کے اثبات میں بیان فرمائی ہیں، جس سے ظاہر ہے یہی ثابت ہوتا ہے کہ مرتب کے پاس اپنے نقطۂ نظر کے اثبات کے لئے صحیح شرعی دلائل موجود نہیں ہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو وہ من گھڑت اور بے ثبوت روایات پیش نہ کرتے۔

چوتھا استدلال اس طریقۂ ذکر کی تجرباتی افادیت سے ہے۔ یعنی تجربے سے ثابت ہوا ہے کہ اصلاحِ نفس کے لئے یہ طریقہ بہت مئوثر ہے۔ لیکن یہی استدلال قبوری شریعت کے حاملین پیش کرتے ہیں، وہ اپنے شرکیہ اور خود ساختہ وظیفوں اور طریقوں کے بارے میں یہی کہتے ہیں کہ تجربے نے ان کی افادیت ثابت کر رکھی ہے۔ اس طرح تو قبوری شریعت کے تمام مراسم و مظاہر کو بھی سندِ جواز مل جاتی ہے۔

بقیہ • تحقیق و تنقید

راجح مسلک دیت کے بارے میں راجح مسلک وہی ہے جس کا ذکر عمرو بن شعیب کی حدیث میں ہے کہ عقل المرأۃ مثل عقل الرجل حتی یبلغ الثلث من دیتھا یعنی تہائی تک عورت کی دیت مرد کی دیت کے برابر ہے اور اس سے زائد میں نصف ہے، جیسا کہ حضرت معاذ کی حدیث میں وارد ہے دیۃ المرأۃ علی النصف من دیۃ الرجل عورت کی دیت مرد کی دیت سے نصف ہے۔ مثلاً تین انگلیوں کی دیت تیس ۳۰ اونٹ ہے اس میں مرد و عورت ہر دو کی دیت یکساں ہے۔ چار انگلیوں کی دیت چالیس ۴۰ اونٹ ہے۔ تیس ۳۰ اونٹ تک تو مرد و عورت برابر ہیں۔ باقی میں عورت کی دیت مرد کی دیت سے نصف ہے۔ یعنی پانچ اونٹ ہیں۔ گویا کہ مرد کی دیت چالیس اونٹ ہے عورت کی دیت پینتیس ۳۵ اونٹ ہے۔ اسی حساب سے مرد کی دیت سو اونٹ ہو تو عورت کی دیت پینسٹھ اونٹ ہوگی۔ دیت کی تقسیم کی یہ صورت جس کو حدیث کی حمایت حاصل ہے۔ عدل، عقل، قیاس کے عین مطابق ہے۔ حضرت علی ابن ابی لیلیٰ ابن شبرمہ وغیرہم سے جو یہ مروی ہے کہ دیت کم ہو یا زیادہ عورت کی دیت مرد کی دیت سے نصف ہے۔ انہوں نے جس حدیث سے استدلال کیا ہے۔ حجت کے قابل نہیں ہے۔ علاوہ ازیں ان کی اسناد میں انقطاع

بقیہ • درسِ حدیث

عزت کی نظروں سے دیکھا جاتا اور جو شخص ململ و لٹھا پہنے ہوئے نظر آتا وہ جدھر بھی نکلتا انگلیاں اس کی طرف اٹھنے لگتی تھیں پھر کتنی ناانصافی ہوگی کہ اس عہد میں تازہ تازہ گذرنے والے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے فرمان مذکور پر کوئی ادنیٰ سی لب کشائی کا بھی ارادہ کرے۔

(۲) اب ذرا اور گہری نظر ڈالئے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ حکام کی عیش پرستی کا نتیجہ یہ نکل رہا ہے کہ وہ اپنے فرائض اور ذمہ داریوں میں غفلت کرنے لگتے ہیں اور آگے بڑھ کر رفتہ رفتہ اس بری عادت سے رشوت خوری کا روگ لگ جاتا ہے کیونکہ جب انسان عیش پرستی میں پڑ کر اپنی محدود تنخواہ میں اپنی غیر محدود ضروریات پوری نہیں کر سکتا تو اس کے لئے اس کے سوا کوئی اور چارۂ کار نہیں رہتا کہ وہ ضعیف انسانوں کا خون چوس چوس کر اپنی خواہشات کو پورا کرے۔

(۳) اب اس پر غور کیجئے کہ جب حاکم اتنا عیش پرست ہوگا تو بقیہ مملکت پر اس کے کیا اثرات پڑیں گے۔ سب سے پہلے یہ ہوگا کہ حسب قاعدہ الناس علیٰ دین ملوکھم وہ بھی عیش پرستی میں مبتلا ہوں گے اور جب حاکم رشوت خور ہو تو رعایا کو رشوت دینا لازمی امر ہوگا اور اس کے لئے لازمی طور پر ان کو بلیک مارکیٹنگ، اسمگلنگ اور اسی طرح کے دوسرے راستے تلاش کرنے پڑیں گے۔ مقدمات کی گرم بازاری ہو جائے گی اور بالآخر ملک میں قانون کے پردہ میں لاقانونیت پیدا ہو رہے گی۔ اور ایک ایسا مرض ہوگا جو حاکم و محکوم دونوں میں

اطلاعات و اعلانات

فضیلۃ الشیخ حافظ فتحی کا انتقال پر ملال

امیر جماعت غرباء اہلحدیث مولانا عبدالرحمن سلفی نے شیخ فتحی کے انتقال پر دلی رنج و غم کا اظہار کیا ہے۔ انہوں نے ایک بیان میں کہا ہے کہ شیخ فتحی ایک جید عالم و فاضل تھے ان کے انتقال سے جماعت اہلحدیث میں ایک زبردست خلا پیدا ہو گیا ہے۔ شیخ فتحی کا حلقہ درس مکہ مکرمہ مسجد الحرام میں عرصہ دراز سے قائم تھا۔ ہند و پاک اور دیگر ممالک کے ہزارہا حجاج اور زائرین ان سے دینی دنیاوی استفادہ کرتے تھے۔ شیخ فتحی نے اپنے پسماندگان میں کثیر تعداد سوگوار چھوڑے ہیں۔ مکہ مکرمہ میں نادر و نایاب کتب کا ایک ذخیرہ ان کے پاس تھا اور وہاں علماء و طلبہ سب علمی استفادہ کرتے تھے۔ امیر جماعت غرباء اہلحدیث نے تمام جماعت اہلحدیث اور خصوصاً مکہ مکرمہ کی جماعت سے دلی تعزیت کی ہے اور دعا کی ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین

(دفتر مرکزی دارالامارت جماعت غرباء اہلحدیث کراچی)

وفیات

۱۔ گوجرانوالہ سے یہ المناک خبر موصول ہوئی کہ مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے صاحبزادے مولوی محمد داؤد صاحب طویل عرصہ علیل رہنے کے بعد ۲۴ اکتوبر کو بقضائے الٰہی انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم ایک عظیم باپ کے فرزند ہونے کے علاوہ خود بھی موحد، متبع سنت اور پاکباز سیرت کے حامل تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی حسنات کو قبول فرمائے بشری لغزشوں سے صرف نظر فرماتے ہوئے انہیں جنت الفردوس میں بلند درجات عطا فرمائے۔ آمین

ادارہ الاعتصام مرحوم کے برادران گرامی پروفیسر محمد مطلب محمود صاحب اور دیگر لواحقین کے غم میں برابر کا شریک ہے۔

۲۔ صحیفہ اہل حدیث کراچی کے ذریعے یہ اطلاع ملی کہ جماعت غرباء اہل حدیث کے ممتاز رکن حاجی عبدالرحیم صاحب بندھانی ۷ اکتوبر کو وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حاجی صاحب مرحوم ایک مخیر شخصیت، توحید و سنت کے پرستار اور صاحب عمل عابد و زاہد تھے۔ دینی کاموں میں فراخ دست اور وسیع القلب تھے اور ہمیشہ سابقت فی الخیرات میں کوشاں رہتے۔ اللہ تعالیٰ ان کی نیکیوں کی احسن جزا عطا فرمائے اور عاقبت کی نعمتوں سے نوازے۔ آمین۔!! (ادارہ الاعتصام)

عظیم الشان لائبریری کا افتتاح

اسلامک کال بیورو (مکتب الدعوۃ الاسلامیۃ) پاکستان نہایت خوشی و مسرت سے اہل علم و تحقیق کے لئے اعلان کرتا ہے۔ کہ مورخہ ۲۴/۹/۸۴ء سے علمی، ادبی، تحقیقی اور اسلامی کتب پر مشتمل عظیم الشان لائبریری کا افتتاح ہو چکا ہے شائقین جمعۃ المبارک اور ہفتہ کے علاوہ دیگر ایام میں صبح دس بجے سے ایک بجے تک اور شام چار بجے سے سات بجے تک استفادہ کر سکتے ہیں (مکتب الدعوۃ نیو گارڈن ٹاؤن ۵۸/ ابوبکر بلاک بالمقابل قذافی سٹیڈیم فیروزپور روڈ۔ لاہور)

مدرسہ کی تقریب سنگِ بنیاد

مدرسہ فاروقیہ اسلامیہ اہلحدیث شاہین آباد گوجرانوالہ کا سنگِ بنیاد ۲۰ نومبر ۸۴ء بروز منگل شیخ الحدیث مولانا ابوالبرکات احمد صاحب بوقت عصر اپنے دستِ مبارک سے رکھیں گے۔ جب کہ بعد نمازِ عشاء ایک تاریخی کانفرنس ہو گی۔ مہمانِ خصوصی الحاج بشیر اللہ صاحب ڈپٹی میئر کارپوریشن گوجرانوالہ ہوں گے۔ کانفرنس کی صدارت مولانا خالد گرجاکھی صاحب کریں گے مقامی علماء کے علاوہ مولانا محمد حسین صاحب شیخوپوری فضائل قرآن کے موضوع پر خطاب فرمائیں گے (محمد یوسف ثاقب مہتمم مدرسہ فاروقیہ اسلامیہ اہلحدیث شاہین آباد گوجرانوالہ)

سیرت کانفرنس (ملتان ڈویژن)

۱۔ چک ٹ کریل والا میانچنوں ۔ ۸ نومبر ۱۹۸۴ء جمعرات
۲۔ چک 11/W.B وہاڑی ۱۴ " " بدھ
۳ چک 88/E.B شیخ فاضل ۱۹ " " سوموار
۴۔ گردے والا دوکوٹہ ۲۹ " " جمعرات

نوٹ :۔ تبلیغی اجتماع منعقد کرنے کے لئے دفتر شبان علماء اہلحدیث سے رابطہ قائم کیجئے (ناظم نشر و اشاعت شبان علماء اہلحدیث پنجاب دفتر مسجد قدس گگو منڈی ضلع وہاڑی)

اعلانِ براۃ

راقم بعض ناگزیر وجوہ کی بناء پر بریلوی مکتب فکر سے متعلق ہو گیا تھا۔ لہٰذا بذریعہ اعلان ہٰذا میں اس مکتب فکر سے لاتعلقی کا اعلان کرتا ہوں۔ اور آئندہ عہد کرتا ہوں کہ مسلک اہل حدیث پر عامل و کاربند رہوں گا۔ بریلوی حضرات نے مجھ سے ایک تحریر بھی لکھوائی تھی۔ میرے مسلک اہل حدیث قبول کرنے کے بعد اس تحریر کی کوئی حیثیت نہ سمجھی جائے (ابو نسیم محمد طیب خلیق فاضل عربی گہلنزی۔ گہلن ہٹھاڑ۔ ضلع قصور)

تنظیم نوجوان اہلحدیث جبیٹھہ

چک ۸۷ ای بی جبیٹھہ ضلع

ساہیوال میں تنظیم نوجوان اہلحدیث قائم کی گئی ہے۔ جس کی مجلس منتظمہ حسب ذیل ہے۔

صدر : محمد یحییٰ سہو (ٹیلر ماسٹر) سیکرٹری۔ محمد یٰسین ظفر۔ خزانچی۔ محمد اشرف سلیم ● ان کے علاوہ دس ارکان کی مجلس عاملہ بھی منتخب کی گئی (محمد یحییٰ سہو۔ چک نمبر ۸۷ ای بی ڈاکخانہ قبولہ۔ ضلع ساہیوال)

نوٹ ۔ جماعت اہل حدیث کی نوجوان تنظیم شبان اہلحدیث کے نام سے موجود ہے۔ تنظیم نوجوان کو بھی اسی نام سے کام کرنا چاہیئے۔

(ادارہ الاعتصام)

اخلاق عملاً مذہب ہے اور مذہب اصولاً اخلاق ہے۔

PHONE 54406 WEEKLY AL-AITISAM LAHORE R.L. 5523
16-11-84

طابع: چوہدری عبدالباقی نسیم ● مطبع: ادیبی پرنٹرز۔ لاہور ● ناشر: محمد عطاء اللہ حنیف ● مقام اشاعت: شیش محل روڈ۔ لاہور